ہمچو ادھم بحرِ حق با یک پیالہ جستہ اَم　　مثلِ قرنی دُرِّ دیگر را تلاشے کردہ اَم

در شبیہم بر دیارت نسبتے آوردہ اَم　　بہرِ اُمت تحفہ نورِ جمالت بُردہ اَم

# دُرِ عینی

## حیات قبلہ بابا عبید اللہ دُرانی مدظلہ العالیٰ

باب ۹

# ہومیو پیتھی

خاکسار تحریک میں شرکت اور ہومیو پیتھی علاج کرنے کی ابتداء تقریباً ساتھ ہیساتھ شروع ہونے کی بات ہے۔ دونوں کے تحت وہی جذبہ کار فرما تھا جس کا قبلہ کو بچپن سے شوق تھا کہ خالق اللہ کی خدمت کروں۔ یہ راز کسی نہ کسی طرح قبلہ کی روح میں پیوست ہو چکا تھا کہ خالق سے رابطہ خلق کی خدمت ذریعہ ہے۔ اسی لئے انداز اور گفتگو میں نرمی شفقت، ہمدردی، پیار، ان کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ طالب علمی کے زمانہ میں والد صاحب جو پچاس روپیہ بھیجتے۔ اس میں سے کھانے کے اخراجات سے بچا بچا کر ہومیو پیتھی کی دوائیں خریدتے۔ اپنے اوپر سختیاں جھیل جھیل کر کچھ ہومیو پیتھی کی کتابیں بھی خریدیں۔ یہ زمانہ ایف۔ ایس۔ سی میں طالب علمی کا تھا۔ ایک چھوٹا سا بکس دوائوں کا تیار ہوا اور اتوار کو چھٹی کے روز اطراف کے گائوں دیہات میں جا کر دوائیں دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس جگہ علی گڑھ میں قیام تھا وہاں کے لوگ تو وقت کے وقت آ کر دوائیں لیتے ہی رہتے۔ ہومیو پیتھی طریقہ علاج کے متعلق جس سے بھی، جہاں سے بھی مزید معلومات ہونے کی توقع ہوتی قبلہ پہنچتے۔ کلکتہ کے ڈاکٹر گُر گنگی سے لیو کوڈرما (برص) کا نسخہ حاصل کرنے کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ یہ ڈاکٹر کٹر قسم کا آر ایس ایس کا ممبر تھا۔ یہ لوگ اپنی کلائی میں کالا تاگہ باندھے رکھتے ہیں اور جب تک کسی مسلمان کو قتل نہیں کر لیتے یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے کلنگ کا ٹیکہ لگا ہے یعنی بے حیا ہیں۔ ایسے کٹّر آدمی کے پاس مسلمان کا گزر ویسے ہی اشتعال کا باعث تھا۔ قبلہ تین دن تک اس کے ارد گرد جا کر بیٹھ جاتے وہ توجہ نہ دیتا۔ اپنی طالب کی عرض پہلے ہی دن کر چکے تھے اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ اُس کی دیوار پر لکھے کتبہ نے انہیں اس کے قدموں میں روک رکھا ہے۔ دیوار کے کتبہ پر انگریزی میں لکھا تھا "نسخہ میں تجویز کرتا ہوں، شفا اس کے ہاتھ ہے" ۔ بالآخر ایک روز ڈاکٹر نے وہ نسخہ بتا دیا مگر ساتھ ہی برچھی اور بلم لئے ہوئے پہرہ داروں کو کہا کہ انہیں ٹرام پر چڑھا دو۔ قبلہ نے اس وقت سمجھا کہ شاید ان کے قتل کا اشارہ کیا ہے مگر خیر گزری۔ طلب صادق تھی۔ قبلہ کا خود فرمانا ہے کہ طلب صادق ہو تو گھورے سے بھی موتی چُن سکتے ہیں۔ زہر سے بھی تریاق بنایا جا سکتا ہے۔ شیطان سے بھی علم سیکھا جا سکتا ہے۔ ظاہر میں یہ برص کا نسخہ اور باطن میں وہ ہی دست عطا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بعد میں کئی ایک مریض برص کے ٹھیک ہوئے اور حال ہی میں کسی کرم فرما نے ریڈرز ڈائجسٹ میں یہ بات شائع کر دی ہے کہ قبلہ کے پاس برص کا نسخہ ہے چنانچہ جولائی ۱۹۷۵ء میں کئی خطوط قبلہ کے پاس اس نسخہ کی تلاش کے سلسلہ میں آئے ہیں۔ دوائیں تجویز کرنے اور مفت تقسیم کرنے کا سلسلہ اس زمانہ سے آج تک قبلہ کے یہاں جاری ہے۔ پشاور میں قبلہ کے متعلق اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ ہومیو پیتھی کے ماہر معالج ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں شفا ہے۔ اتوار کو وہ اپنی جائے قیام پر مریضوں کا معائنہ کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ ان کی انجینئرنگ کالج کی پرنسپلی کے زمانہ میں چلتا رہا اور ریٹائر ہونے کے بعد بھی جاری ہے۔ ہومیو پیتھی سے مزید دلچسپی کے متعلق قبلہ کا فرمانا ہے کہ ۱۹۳۸ء میں جب وہ سخت علیل ہو گئے تھے تو علالت نے اتنی تشویشناک صورت اختیار کر لی کہ دوست احباب، ڈاکٹر اور گھر والے ان کی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ لیکن قبلہ کی اپنی یہ حالت تھی کہ موت کو گلے لگانے کے لئے بیتابی اور شوق میں ایک ایک پل گن رہے تھے۔ اس کیفیت انبساط کا اظہار بارہا اس کے بعد بھی مختلف بیماریوں اور اوقات پر وہ بڑے جذباتی انداز اور مستی کے عالم میں کر دیتے ہیں۔ یہ کچھ ایسی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے کہ جیسے پرندہ آزاد ہونے کے لئے بے تاب ہو اور سننے والے تک پر یہ اثر ہو کہ وہ بھی ساتھ ہی

اڑان لگانے کے لئے بے قرار سا ہو جاتا ہے مگر جن کے ذمہ کاروبارِ جہان سپرد ہوں ان کے بارہ لگام لگی ہوتی ہیں۔ پائوں زمین پر بندھے ہوتے ہیں۔ الغرض ان ہی بیماری کے دنوں میں ایک قدیم دوست ڈاکٹر محمد اسمٰعیل نامی جو، ان دنوں حیدر آباد سندھ میں ہیں قبلہ کو دیکھنے علی گڑھ آئے اور انہوں نے کہا۔ جاتو یوں بھی رہے ہو، لگے ہاتھوں ایک پڑیا ہماری بھی استعمال کرتے جائو۔ قبلہ نے وہ پڑیا استعمال کی اور سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ درد کے دورے اسی دن سے بند ہو گئے۔ نامی صاحب اس دوراچھ ماہ تک قبلہ درانی صاحب کے ساتھ رہے۔ مکمل علاج کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے قبلہ کو کُلّی شفا عطا کی تو ڈاکٹر نامی نے ایک روز کہا کہ اب تم صحت یاب ہو گئے ہو بتائو میری فیس کیا دو گے۔ قبلہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وساطت سے نئی زندگی بخشی ہے۔ یہ زندگی آپ کی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو بخوشی لے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر نامی نے قرآن شریف پر ہاتھ رکھوا کر قسم لی کہ ہومیو پیتھی کا مزید مطالعہ اسی جنون اور جذبے سے کرنا ہے جس سے دوسرے مضامین کا کیا ہے چنانچہ قبلہ نے دو سال تک ہومیو پیتھی کا مطالعہ جاری رکھا اور اس پر عبور حاصل کر کے چھوڑا۔ مگر اس تمام علاج میں کے پیچھے لوگوں نے بالآخر یہ بات جان لی کہ درانی صاحب کے ہاتھوں میں بڑے بڑے مرضوں سے شفاء ہومیو پیتھی کے مطالعہ کا کرشمہ نہیں بلکہ اس کا سرچشمہ کہیں اور ہے۔ لوگوں کے اصرار پر قبلہ نے بتایا کہ یہ بات ظاہر تو نہیں کرنا چاہتا تھا مگر بات یہ بھی ہوئی کہ ایک بار علی گڑھ کے کالج کے لئے سامان لینے رُڑکی جانا پڑا۔ حضرت مخدوم صابری کلیریؒ کے مزار پر حاضری دینے کا موقع ملا۔ کئی روز تک یہ معمول رہا کہ مزار پر حاضر ہوتا، فاتحہ پڑھتا اور خاموشی سے واپس چلا آتا۔ مزار پر جانے والوں کی زبانی اکثر سنتا رہتا تھا کہ یہ ناممکن ہے کہ صابرؒ سے کچھ مانگیں اور وہ نہ ملے۔ ایک روز دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ پیر کلیری سے شفا مانگو۔ یہ سوچ کر مزار پر حاضر ہوا لیکن وہاں جا کر بھول گیا۔ فاتح پڑھ کر واپس لوٹ رہا تھا کہ رُڑکی کی طرف سے ایک ملنگ کو، شیر کی طرح دندناتے آتے دیکھا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو میں نے نظر نیچی کر لی۔ ملنگ نے ہاتھ پکڑ لیا اور کرخت لہجہ میں بولا، لائو سوا روپیہ میں نے اس کی صحت اور توانائی دیکھ کر روپیہ دینے سے انکار کیا۔ اس پر اس نے ڈانٹ کر کہا۔ صابرؒ سے حکیمی کا سرٹیفکیٹ لے کر آرہے ہو اور فیس بھی نہیں دیتے۔ یہ سُن کر مجھے پسینہ آیا اور پورا بٹوہ ملنگ کے حوالے کر دیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ شفاء کلیری عطیہ ہے۔

پھر اس عطا پر مزید مُہر قادر نگر دربار میں بابا قادرؒ کے حضور لگی۔ قادر نگر میں، قبلہ نے دیکھا کہ وہاں تو صرف حکم چل رہا ہے۔ یہ ہوتا، ایسا ہو جاتا۔ ایسا نہیں ویسا ہو، جو بابا قادر اولیاءؒ نے کسی کے لئے فرما دیا وہی ہوتے دیکھا۔ ٹیڑھے سے ٹیڑھے مرض کی شفا بھی بس اسی حرفِ کُن سے ہوتی دیکھی۔ اندھے، کوڑھی، بیمار بس نگاہ کے اثر سے شفایاب ہوتے دیکھا تو سوچا کہ یہ دوا نہ کا بہانہ بھی درمیان میں کیوں ہو، مگر ایک دن بابا جان نے قبلہ سے خود اپنے لئے دوا مانگی اور فرمایا تمہاری جرمنی گولیوں نے اثر کیا جی۔ جرمن لوگ علم معلوم کر رہے ہیں۔ حضرت لقمانؑ پر ہزاروں جڑی بوٹیوں کا علم روشن تھا۔ اب وہی علم معلوم کر رہے ہیں۔ جسم تو ضعیف ہو گا مگر دل چلتا رہے گا۔ مرنے نہیں دیں گے۔ یہ ظاہر کا بہانہ بھی اچھا ہے، اپنا کام کرتا ہے۔ یوں دل کی اصل حیات تو ذکر سے ہے، ذکر ہر حال میں جاری رہے۔ ہوش ہو، بیہوشی، کیف ہو، مدہوشی ہو، سکتہ ہو یا سانس جاری رہے۔ سب کچھ ذکر کی کار فرمائی ہے۔ اُس وقت قبلہ پر روشن ہوا کہ اپنے ذکر میں ہو جائیں اور کسی کے لئے دوا تجویز کریں تو اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اس طرح غیب کی مُہر، ظاہر میں بھی لگ گئی اور اس ہومیو پیتھی علاج کے ذریعہ، امراض کا بھی علاج ہوا اور قلوب کا بھی۔ قلب کی حیات ہی، اصل زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اُس زندگی کا جو اس جسم کی محدود زندگی سے پرے بھی ابد الاباد تک جاری رہنی ہے۔

پشاور میں ہومیو پیتھی کا سلسلہ ابتدا میں صرف روز مرہ کے ملاقاتیوں کے لئے جاری رہا۔ صبح، شام، رات جو بھی مریض آتا اسے دوا دی جاتی ۔ پھر کچھ ایسے بھی پُرانے عارضوں میں مبتلا لوگ آئے جو پہلے سے قبلہ کی فقیری کی بابت جانتے تھے۔ قبلہ نے ان سے اس شرط پر علاج کرنے کی ٹھانی کہ کسی سے کہنا مت۔ یہ لوگ ٹھیک ہوئے تو دوسرے لوگوں کو یہی کہہ کر بھیجتے کہ کسی سے کہنا مت۔ الغرض تین چار ماہ میں بیماروں کے آنے کا تانتا بندھنے لگا اور پھر روزانہ ہی شام کو دوائیں دی جاتیں اور دس بجے رات تک یہ سلسلہ رہنے لگا۔ مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اپنی دیگر مصروفیات کے باعث، پھر چھٹی کا دن مقرر کیا گیا اور صبح سے دوپہر تک دوائیں دینے کا سلسلہ جاری ہوا۔ سہولت کے لئے یونیورسٹی میں کیمسٹری بلاک کے ایک کونے والے کمرہ کی کھڑکی سے دوائیں تقسیم کی جاتیں اب تک اس فقیری دوا کی اتنی شہرت ہو چکی تھی کہ اچھی خاصی تعداد لوگوں کی پہنچتی جن کو سنبھالنا مشکل ہوتا۔ ان لوگوں میں شامل ہو کر وہ بھی آجاتے جو یہ جاننے کی کوشش کرتے کہ آخر اس کے پس پردہ کیا ہے۔ یہ نام ونمود یا شہرت حاصل کرنے کا چکر ہے یا پیسے بٹورنے کا ذریعہ ہے یا عمل عملیات کا زور ہے البتہ اتنا ضرور ہوا کہ کچھ عرصہ اس خدمت خلق کے طریقہ کو دیکھ کر ان میں سے کچھ روشن باطن ضرور اپنی منزل طلب کی راہ پا لیتے۔

لوگوں کے اس مجمع کو سنبھالنے کے لئے کچھ نوجوان منتظمین خود اس کام میں لگنے لگے مگر یہ ہومیو پیتھی دوائیوں کی پڑیاں حاصل کرنے کے لئے لوگ ایسے ایک دوسرے کو ہٹاتے کہ کپڑے تک پھٹ جاتے اور ہر ہفتے کھڑکیوں کے چند شیشے ٹوٹ جاتے۔ یہ بات یونیورسٹی کے حکامِ بالا کو ناگوار گزری یا اسی چیز کو اپنے اختلاف کا سہارا بنا کر ممانعت کر دی گئی کہ یہاں دوائیں تقسیم نہ ہوں۔ اس جگہ سے دوائیاں دینے کا سلسلہ بند ہوا تو تہ کمال بالا گائوں کے باہر ویرانے میں قبرستان والی مسجد، دوائیں تقسیم کرنے کے لئے منتخب کر لی گئی۔ اس مسجد کو جنوں والی مسجد بھی کہا جاتا تھا۔ اب ایسی ویران جگہ پر دوائیں تقسیم کرنے میں تو کسی کو شکایت نہ ہو سکتی تھی۔ چھٹی کے روز صبح ہی سے اس جگہ مفت دوائیاں تقسیم کرنے کا سلسلہ شروع ہوتا۔ قبلہ نسخے لکھتے جاتے اور آٹھ دس لوگ پڑیاں باندھنے میں لگے رہتے۔ اب ایسی ویران اور دور جگہ پر لوگوں کا ہجوم گھٹنے کی بجائے کہیں اور زیادہ بڑھ گیا۔ شروع شروع میں لوگ پیدل، سائیکل، ٹانگے موٹروں پر آتے اور بالآخر ایک دن اس جانب کے لئے اسپیشل بسیں چلنے لگیں۔ سینکڑوں ہزاروں لوگ آتے۔ ان میں شہر کے لوگ بھی ہوتے۔ آس پاس کے گائوں کے لوگ بھی ہوتے اور بہت سے خانہ بدوش کوچیوں کے خاندان، جو اس زمانہ میں کافی غُربت کی زندگی گزارتے تھے اور آج وہ خوشحال بھی ہیں اور صحت مند بھی۔

اس دُور جگہ پر دوائیں لے جانے اور لوگوں کے وہاں تک پہنچنے میں رکاوٹیں تھیں مگر دھوپ، بارش، کیچڑ، سردی کے باوجود یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پاتا فقیر ڈاکٹر کی شہرت ہو چکی تھی کہ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے گروہ در گروہ اس دن اپنے لئے فقیر کی دعا والی پڑیاں لینے پہنچتے۔ مسجد کے اندر بیٹھ کر قبلہ نسخے لکھتے جاتے اور انسانوں کے ساتھ اجناء بھی اسی بہانے قریب آجاتے اسی دوائی کے پیچھے، فیض عام ہی ذریعہ ہوتا ہے خلقت اور اجناء کو اپنے قریب لانے کا۔ ان ہی میں اگر کوئی موتی آتا ہے تو حق کی نذر کے لئے چُن لیا جاتا ہے اور حق کی راہ پر لگا دیا جاتا ہے۔ یہ خدمت خلق، چور دروازہ ہے، قُرب حق کا، حق کو تلاش کرنا ہے۔ تو خلقت کو تلاش کرو۔ یہی خدمت خلق، اپنے عرفان کا ذریعہ بنتا ہے اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کے بروئے کار آنے کے بعد کچھ اپنے باطن کی پہچان ہو جاتی ہے۔ دُکھی انسانیت کا دُکھ درد اپنا کر ہی انسان قلبی سکون پا سکتا ہے، یہ خلوص ہی سب کچھ ہے۔ قبلہ کا بھی فرمانا ہے کہ خلوص صدا بہار ہے اور اس ہنگامۂ ہستی میں یہی ایک نعمت ابدی ہے۔ جن لوگوں نے عرصہ تک، صرف زبانی، انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کی باتیں کرنے کی بجائے، عملی طور پر اس قسم کے پُر خلوص ماحول میں چند دن بھی گزارے ہیں ان کے ساتھ یہ ضرور ہوا ہے کہ وہ اس بے لوث خدمت

خلق کے ذریعہ اپنے باطنی سکون حاصل کرنے کی راہ پر لگے اور ان ہی میں سے بہت سے پرانے بیمار، اپنی اپنی بیماریوں اور اپنے اپنے خیالوں اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے انسان، دوسرے لوگوں کی تکالیف اور امراض دیکھ کر اپنی خود غرضی والی زندگی کو بھی بھُلا بیٹھے اور اپنے فرض کو بھی بھلا بیٹھے۔ قبلہ کے دوائیں تجویز کرتے وقت کوئی ساتھ بیٹھ کر دیکھے تو اسے معلوم ہو کہ فقیر کا کتنا دل گُردہ ہوتا ہے کہ ہر ایک کی تکالیف نہ صرف سنتا ہے بلکہ اپناتا ہے۔ وہی تکلیف خود بھی محسوس کرتا جاتا ہے جیسے شفیق ماں، اپنے بچے کی تکالیف دردِ دل سے اپنے پر اپناتی ہے۔

اس جنوں والی مسجد سے دوائیاں تقسیم کرنے کا سلسلہ کئی سال چلتا رہا اور س کے ساتھ ساتھ جو مریض، جس وقت بھی آجاتا اس کو گھر پر بھی دوا دی جاتی۔ پھر چند سالوں بعد جب یونیورسٹی کے حالات بدلے تو اس دور جگہ سے ہٹ کر اپنی جائے قیام پی۔ ون سے یہ ہفتہ وار دوائیں دینے کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس عرصہ میں دوائوں کی پُڑیاں باندھنے والوں نے اپنی اپنی ڈیوٹیاں طے کر لی تھیں۔ دوائیں دینے کا دن آنے سے پہلے پہلے ہی بہت سی عام دوائوں کی پڑیاں گھروں سے بنا کر لائی جاتیں، تاکہ دوائیں دیتے وقت زیادہ وقت نہ لگے اور بیمار لوگوں کو دوائوں کے انتظار میں تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ البتہ خصوصی دوائوں کی پڑیاں وقت کے وقت بنادی جاتیں اس مقررہ دن کے علاوہ بھی کسی دن لوگ دور دور سے آتے اور علاج لے کر جاتے۔ آس پاس کے شہروں کے مریض ہی کیا۔ کراچی، لاہور، پاکستان کے دور دراز مقامات سے لوگ اس فیضان کا سن سن کر پہنچتے اور ان میں سے بعض اپنے جسم و جان کے سکون کے ساتھ ساتھ، روحانی سکون بھی لے کر جاتے۔ اس کی عام طور سے یہ وجہ ہوتی کہ ہر قسم کی دوادارو کرنے کے بعد، یہاں تک کہ بعض صورتوں میں یورپ جا کر بھی علاج نہ ہو سکنے کے بعد یہ لوگ یہاں پہنچتے۔ ان مریضوں میں کچھ ناممکن العلاج امراض والے بھی ہوتے۔ یہ داستان مختصر بھی ہے اور طویل بھی۔ اس کی شہادت صرف وہی لوگ دے سکتے ہیں یا ان کے لواحقین کہ یہ فیضانِ شفا ان کو کیسی کیسی ناامیدیوں کی حالت میں ملا۔

جہاں قبلہ کی اس فقیری شان کا چرچا تھا اور فیض کا دریا ہر خاص و عام کے لئے جاری تھا وہاں ساتھ ہی ساتھ دنیادار لوگوں کو پتہ نہیں کیوں ایک عداوت سی تھی۔ اور وہ ہر طرح دل آزاری پر لگ گئے۔ تہمتیں، الزام، بدنامی، بُرا بھلا سب کچھ سننا پڑا۔ کچھ لوگ بر سرِ عام پیٹھ پیچھے تقریباً روزانہ ہی کسی طرح قبلہ کا ذکر چھیڑ کر ان کی برائی کرتے یا فقرے کستے۔ اور کچھ لوگ دوائوں والے دن تماشہ بینی یا سی آئی ڈی کرنے پہنچتے، مگر صبر کی ندی بڑی گہری ہوتی ہے۔ یہ دشنام، یہ کوڑا کرکٹ، یہ گند اس کی روانی پر کیا اثر کرتے۔ ہُوا یہی کہ ان لوگوں تک پر فیض ہوا۔ یہ بیمار پڑے تو بڑے دردِ دل سے ان کا علاج ہوا اور بالآخر ان کی بھی زبانیں بند ہوئیں۔ اس طرح فقیر کو کڑوا بھی کھانا ہوتا ہے اور کاٹنے بھی اپنے نرم ہونٹوں سے کھانے ہوتے ہیں۔ تب ہی وہ فقر کی میراث پر بیٹھنے کا حقدار ہوتا ہے۔

قبلہ کے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد پھر یہ ہفتہ وار دوائوں کا سلسلہ یونیورسٹی میں پروفیسر امجد مرحوم کے گھر سے ہوتا رہا اور بعد ازاں قبلہ کے بھانجے محی الدین پاشا کے گھر ایس۔۴۹ میں آج تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ قبلہ کی جسمانی صحت اب اس بات کا کہاں تقاضا دیتی ہے کہ رات دن وہ اس مشغلہ میں لگے رہیں۔ جسم پہلے ہی سے شکستہ حال ہے۔ ابتدائی زمانہ میں خلقت کی بیماریاں اپنے پر سے گزارنے کے شوق کا بالآخر یہ نتیجہ ہوا کہ ہر قسم کی ٹی۔بی ہر قسم کا مرض اپنے جسم پر لگا۔ یہاں تک کہ بعض ہڈیاں تک گل گئیں۔ ریڑھ کی ہڈیاں، شانہ کی ہڈی، سینہ کی دو ہڈیاں بھی گل چکی ہیں اور اب ایک پیڈ و بیلٹ کے ذریعہ اپنے سینہ کو سنبھال رکھا ہے اور اوپر سے قمیض پہن لی جاتی ہے۔ جسم کی اس حالت میں کوئی دوسرا ہوتا تو پلنگ سے نہ اٹھ سکتا، قبلہ نے اب بھی وہی خدمت خلق کا ذریعہ جاری رکھا ہے۔ صبح سے شام تک اب بھی روزانہ لوگ وقت بے وقت اپنے علاج کی غرض سے

آتے رہتے ہیں اور قبلہ کسی کو ناامید واپس نہیں جانے دیتے۔ اس کے علاوہ ہر اتوار کو وہ دوائیں دینے کا سلسلہ اب بھی برابر جاری ہے۔ لوگوں کے اس ہجوم میں کمی یا زیادتی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقیر کی اپنی مرضی سے ہوتی ہے۔ خلقت کے دکھ درد، لوگوں کی ذہنی اور جسمانی تکالیف کی حالت کوئی اپنے پر سے گزار کر دیکھے۔ تب ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ فقیری کتنے دل گُردے کی بات ہے۔

مریضوں کے ہجوم اور قبلہ کی جسمانی حالت کے زیر نظر پی۔ ون کے قیام کے زمانہ سے قبلہ کے ساتھ، اس ہفتہ وار دوائی والے دن، چند اور لوگوں کو بھی نسخے لکھنے کی اجازت مل گئی ہے۔ یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں قبلہ نے بسم اللہ کی اجازت عطا کی ہے اور شفاء کا رمز سکھا دیا ہے۔ وہ یہ کہ خود صفر ہو کر، ایک وسیلہ بن کر، اپنی ڈور، مالک کے ہاتھ میں دے دو۔ پھر بسم اللہ کہہ کر جو نسخہ لکھو گے وہ اِدھر ہی کے فیضان سے ہو گا جہاں سے یہ نسبت قائم ہے۔ نسخہ باندھنے والوں میں بھی ایسے خوش نصیب ہیں جو برسوں سے اس فرض کو ہر ہفتہ بغیر سلسلہ ٹوٹنے کے آج تک انجام دے رہے ہیں۔ باہر کی میزوں پر مرد اور کھانے کے کمرہ میں وہ خوش نصیب عورتیں، جو دوائوں کی پڑیاں باندھتے ہیں۔

ان میں ایسے بھی ہیں جو اپنی اپنی تکلیفیں بھول کر خدمتِ خلق میں لگ گئے ہیں۔ قبلہ کا ان لوگوں سے یہ فرمانا ہے کہ یہ کام ہر ہفتہ ضرور کر لیا کرو جو لوگ دو ماہ یہ کر لیتے ہیں ان کی ساری تکلیفیں دور ہوتی ہیں۔ اور وہ اس خدمت خلق کے ذریعہ، جنت کی سیڑھیاں چڑھتے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو دوائی خانہ کیا ہے، ایک لنگر خانہ ہی ہے جیسا کہ عام طور سے فقراء کے یہاں لنگر کا سلسلہ ہوتا ہے۔

اس دوائی والے دن جسمانی امراض والے مریض بھی آتے ہیں، قلبی اور روحانی امراض والے بھی۔ کچھ ناممکن العلاج مریض لے کر آتے ہیں، کچھ دنیا کے دکھ درد کے احوال لے کر، کچھ قلبی اور ذہنی سکون کی تلاش میں، تو خال خال وہ بھی جنہیں کچھ حق کی تلاش ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کیسا ہی کیس ہو، خواہ تین دن بعد مرنے والا ہی ہو، تب بھی قبلہ نے کسی کو ناامید واپس نہیں کیا۔ کچھ نہیں تو اپنی شفقت کی نگاہ سے اسے موت کے خوف سے نکال کر، رجوع الی اللہ ضرور کر دیا۔ بعض دیکھنے والوں نے یہ بھی کہا کہ آخر لٹکائے رکھنے سے کیا فائدہ تو قبلہ نے اشارۃً یہ ضرور کہہ دیا کہ اب مریض کا آخری وقت ہے، مگر اپنی طرف سے دوا اور دعا ضرور دے دی کہ اس جانے والے کیلئے یہی امر بسم اللہ آخرت کی روشنی کا سہارا بن جائے۔

یوں لاعلاج مرضوں کے علاج بھی ہوئے اور بغیر دوا کے بھی یہاں آکر مریض ٹھیک ہوئے۔ اس لئے اسے دوا کا کرشمہ کہا جائے یا دعا کا۔ لوگوں کے اعتقاد کا معجزہ کہا جائے یا عطا کا۔ جب سب کچھ ایک ہی وحدتِ وجود ہے تو یہ سارے کا سارا نقشہ ایک ہی وحدتِ شہود ہے۔ کوئی کسی انداز میں دیکھے، کوئی کسی انداز میں اپنائے کوئی خواہ، سبب اور نتیجہ کے تحت اس کی تشریح کرے یا چاہے تو سب کچھ کسی دلائل کے تحت ٹھکرا دے مگر اس حقیقت سے کیسے آنکھیں بند کر لے، جو اس ہومیو پیتھی کے پس پردہ کارفرما ہے۔ ایک دو واقعات ہوں تو خیر۔ جب تعداد سینکڑوں، ہزاروں سے بھی تجاوز کر جائے تو چند مثالیں ہی اس ڈرامے کی پیش کر دینا کافی ہیں۔

۱۹۵۴ء کی بات ہے ایک لاہور والے صاحب کو پٹیک السر تھا مدتوں علاج کرایا۔ جرمنی بھی ہو آئے، شفایابی نہ ہوئی، خواب میں انہوں نے دیکھا کہ پشاور میں ایک ڈاکٹر درانی ہیں۔ انہوں نے پیٹ کا اپریشن کیا ہے۔ پشاور پہنچے، ڈاکٹروں کی فہرست دیکھی پتہ نہ چل سکا۔ ان کو بہر حال لگی ہوئی تھی کہ کوئی اس نام کا ہونا چاہئے دریافت کرتے کرتے پتہ چلا کہ ایک صاحب انجینئرنگ کالج پشاور یونیورسٹی میں ہیں جن کا نام دُرّانی ہے۔ سرجن تو نہیں

ہیں مگر ہومیو پیتھی علاج کرتے ہیں۔ یہ صاحب یونیورسٹی پہنچے، ملاقات ہوئی، پہچان لیا کہ یہ تو وہی ہیں جنہوں نے خواب میں پیٹ کا اپریشن کیا تھا۔ الغرض ماجرا بیان کیا، قبلہ نے ہومیو پیتھی کی دو پڑیاں دے دیں۔ وہ دوا لے کر چلے گئے اور کچھ عرصہ میں ٹھیک ہو گئے۔ یہاں قریبی لوگ اس بات سے حیران تھے کہ آخر یہ مریض اتنی دور سے کیسے علاج کے لئے آئے۔ ان کی صحت یابی کے بعد یہ رمز کھلا کہ وہ بشارت کے تحت کیسے پہنچے تھے۔

پشاور اکیڈمی کے ایک صاحب کو نروس بریک ڈائون ہوا۔ پہلے سے قبلہ کو پہچانتے تھے۔ فقیری دعا اور دوا کے طالب ہوئے۔ ساتھ ہی شفا ہو جانے کی صورت میں اس بات کو صیغہ راز میں رکھنے کا وعدہ کر گئے۔ شفایاب ہوئے تو اپنے خصوصی دوستوں کو علاج کے لئے چھپ چھپ کر بھیجتے رہے۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر شوگر کے مریض تھے۔ چھپ کر ادھر بھی علاج کے لئے رجوع ہوئے۔ کچھ عرصہ میں ہومیو پیتھی علاج سے صحت یاب ہوئے تو میڈیکل بورڈ پیچھے لگ گئی کہ غیر مصدقہ طریقۂ علاج کی طرف کیوں رجوع کیا۔

ایک صاحب بچپن میں کہیں گندی جگہ گر کر زخمی ہوئے تھے بات گئی گزری ہو گئی کافی معمر ہو کر ٹانگ کے ایک عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ ٹانگ پر ایک گندا بدبو دار زخم تھا بہت سے علاج معالجہ سے بھی ٹھیک نہ ہوا۔ قبلہ نے زخم دیکھا۔ مریض کی گزشتہ ہسٹری دریافت کرتے رہے۔ اتفاق سے ان صاحب کو بچپن کا یہ واقعہ یاد آ گیا۔ قبلہ نے ایک ہی ڈوز دیا اور زخم تھوڑے سے عرصہ میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔

۵۷ء کا واقعہ ہے۔ بابا قادر اولیاءؒ ابھی حیات تھے۔ قبلہ کو پشاور آئے چند سال ہی ہوئے تھے۔ بڑے بڑے پُرانے مریضوں کا علاج کر رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر کی ضعیف بیگم ٹی بی میں مبتلا تھیں۔ خود قبلہ وہاں جا کر دوا دیتے۔ مریضہ اور گھر والوں کو قلبی سکون، قبلہ کی موجودگی سے حاصل ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ علاج کے بعد بھی مریضہ ٹھیک نہیں ہوئی تو قبلہ نے باباجانؒ کی طرف توجہ کی۔ باباجانؒ نے فرمایا ''قدرت کے کاموں میں کیوں دخل دیتے ہو۔ یہ دنیا ہے، ایک نہ ایک دن ہر ایک کو چھوڑ کر جانا ہے۔'' قبلہ یہ سُن کر دل شکستہ ہوئے۔ اپنی ساری عمر کی فقیری پھر بھی دائو پر لگانے کی ٹھانی۔ سردیوں کے دن تھے، شام کا وقت، فقیری ملنگی والا چوغہ پہنا اور باباتاجؒ اور بابا قادر اولیاءؒ کے تبرکات کا ڈبہ جو ملا تھا وہ بغل میں دبایا اور مریضہ کے سرہانے پہنچ گئے۔ باباجانؒ کا ہاتھ اپنے کندھوں پر محسوس کیا اور آواز سنی کہ کیوں دخل دیتے ہو۔ مریضہ کے گھر سے چلے آئے اور ساتھ ہی ایک ہم جلیس کا گھر تھا وہاں پہنچے اِدھر دو ایک اور فقیر اور بزرگ منشی پہلے سے موجود تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ قبلہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ آنکھیں بند کر لیں۔ پھر وہ ڈبہ چوغہ کے اندر سے اسی حالت میں نکالا اور اس میں سے کچھ تبرکات تقسیم کرنے شروع کر دیئے چند ہی لوگ تھے اس لئے اس میں سے ایک ایک دے کر ڈبہ بند کر لیا۔ اور کہا اس کا کیا کریں۔ ایک سالک بزرگ جو موجود تھے انہوں نے دو ایک نام لئے کہ یہ ان کا حصہ ہے۔ اس پر قبلہ نے فرمایا ابھی ان کا وقت نہیں آیا ہے۔ یہ ڈبہ آپ امانت رکھیں وقت آنے پر انہیں دے دیں۔ پھر قبلہ نے اسی حالت میں فرمایا کہ جب باباجان نے ہمیں روک دیا ہے تو پھر ہمیں اِدھر سرحد کے علاقہ میں بھیجنے کا فائدہ کیا۔ وہ مریضہ ٹھیک نہیں ہوتی تو ہم بھی روانہ ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر جسم سے روح سمیٹ سمیٹ کر اوپر کھینچنی شروع کی ان بزرگوں کا کہنا ہے کہ پہلے ٹانگوں سے جان سی گئی۔ پھر آہستہ آہستہ اوپر کے جسم سے اور اب آنکھوں کے درمیان پیشانی میں جیسے روح آ بیٹھی اور وہاں سے خطاب ہو رہا تھا۔ لوگوں نے اس ماحول سے متاثر ہو کر منت سماجت کی پیر پڑے، رونا دھونا شروع کیا۔ ایک بزرگ نے مصلّٰی بچھا کر حضور غوثِ پاک میں عرض کی۔ ان کو جواب ملا کہ ابھی نہیں جاتا۔ انہیں تو قلبی تسکین ہو گئی۔ دوسرے صاحب جو ملنگی میں تیس سال

گزار چکے تھے۔ قبلہ سے برابر متوجہ تھے اور بات کر رہے تھے جب ان کے سمجھانے پر قبلہ نہ مانے تو انہوں نے پھر کہا کہ یہ کیا مشکل ہے روح کا سلب کر لینا۔ ہم نے بھی فقیری میں تیس سال بھاڑ جھونکا ہے۔ دیکھیں آپ کیسے روانہ ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے لوگوں سے کہا کہ پڑھو درود شریف زور سے۔ جوں ہی درود شریف پڑھا گیا۔ کھٹ سے روح پیشانی سے اتر کر قلب پر لگی۔ پھر آہستہ آہستہ نیچے کے بدن میں اتری اور قبلہ کرسی سے سجدے میں چلے گئے۔ کہنے لگے بڑی غلطی تھی۔ عبودیت عاجزی بڑی چیز ہے۔

برص کا پہلا کیس جو نظر سے گزرا وہ غالباً قبائلی علاقہ سے تیرہ کی مسجد سے ایک صاحب معہ خاندان کے آئے تھے۔ لڑکی کی شادی مقرر کر دی تھی۔ پندرہ دن بعد شادی ہونی تھی۔ لڑکی کے چہرہ پر دھبہ تھا۔ ماں نے فریاد کی کہ شوہر واپس کر دے گا قبلہ نے فرمایا لے آئو۔ وہ سخت پردہ میں سامنے لائی گئی۔ قبلہ نے دیکھا دوا دی اور ساتھ ہی کہہ دیا، شادی کی تاریخ بدلنے کی ضرورت نہیں، ٹھیک ہو جائے گی۔ اور ایسا ہی ہوا۔ وہ لوگ کچھ عرصہ بعد شکر ادا کرنے آئے تھے۔ اور یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ دوسرے لوگ اِسی مرض کے کچھ تو ٹھیک ہو ہو کر گئے اور کچھ چار چار سال تک بھی ٹھیک نہ ہوئے۔

ایک ملک کے نامور بیرسٹر میگرین کے مرض میں مبتلا تھے۔ یورپ جا کر بھی علاج کر آئے۔ ہومیوپیتھی علاج میں قبلہ کی مہارت کا حال سن کر پہنچے۔ چند پڑیوں میں مرض بالکل غائب۔ وہ صاحب نسبت ہیں اس لئے علاج کے پیچھے دست کرم کے زیادہ قائم ہو کر گئے۔

کراچی کی ایک مشہور و معروف شخصیت، عمر تقریباً اسی نوے سال، کان سے اونچا سننے کی شکایت لے کر اِدھر بھی پہنچے۔ قوت سماعت تو خیر بہتر ہی ہوئی اس محبت کے رشتے میں بھی منسلک ہوئے جہاں ایک مومن دوسرے مومن کے ایمان کی تائید کرتا ہے۔

کراچی سے ایک نوجوان بلڈ کنسر میں مبتلا آئے۔ ان کی جوانی پر سب کو ہی ترس آتا تھا۔ قبلہ نے دوا بھی دی اور ان کی تسلی کے لئے ایک فقیر صاحب سے دعا بھی کرائی۔ وہ صحت یاب ہوئے اور اس کا تذکرہ قبلہ کے ایک عزیز سے کرنے لگے۔ جنہوں نے اُس وقت اس حیرت انگیز بات پر یقین کرنے سے اجتناب کیا لیکن بعد میں یہاں کے دوسرے حالات دیکھ کر اب اسے دوسرے انداز میں لیا کہ فقیر کے لئے یہ معمولی بات ہے۔

بلڈ کینسر (لیکومیا) کے مرض میں گرفتار ایک ہوائی فوجی کے افسر کا بچہ، ڈاکٹری علاج سے ناامیدی کا سرٹیفکیٹ لے کر بالآخر اِدھر علاج کے لئے لایا گیا اور بفضل خدا شفایاب ہوا۔

ایک نوجوان تقریباً نابینا لڑکی جسے سورج بھی صرف چاند کی طرح نظر آتا تھا لائی گئی جس حال میں پیش کی گئی وہ دل ہلا دینے کو کافی تھا۔ قبلہ نے ایک پُڑیا دی۔ دوسرے اتوار وہ قدموں میں آ کر گر پڑی کہ اب مجھے نظر آتا ہے۔

ایک نئی بیاہتا لڑکی اپنے بچہ کو گود میں اٹھا کر لائی۔ ڈاکٹروں نے دل میں پنکچر بتایا تھا اور دس پندرہ دن بچہ کی زندگی کو دیئے تھے۔ اس مامتا بھری ماں کے وہ آنسو دیکھ کر قبلہ نے دوا دی۔ چند دن میں وہ مسکراتی ہوئی بچہ کو لے کر آئی۔ پھر ایک ماہ بعد، ماں باپ دونوں مل کر آئے اور بچوں کا نام رکھوا کر گئے۔ اب وہ بچی اُس دل کے عارضہ سے ٹھیک ہو چکی ہے۔

۱۹۷۴ء میں پھر یونیورسٹی والوں کو یہ بات پسند نہ آئی کہ قبلہ کے پاس ہفتہ وار لوگوں کا مجمع ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک انکوائری کمیٹی کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ معلوم کریں۔ یہ ڈھونگ کیا ہے، روپیہ پیسہ بٹورنے کا یہ کیا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ جب کچھ نہ ملا تو یہاں آنے والے معذور لوگوں کے پیچھے ہی لگ گئے کہ یہاں کی سیکورٹی کو خطرہ ہے۔ ہر قسم کے لوگ اِدھر آتے ہیں۔ ایک اصحاب بابا والے معذور ضعیف سے کہا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ انہوں نے عرض کی یہ ہمارا گھر ہے اس پر انہیں کہا گیا کہ یہ یونیورسٹی کی جگہ ہے۔ تم یہاں سے چلے جاؤ، ہم پھر آئیں گے اس پر ان ضعیف بزرگ نے کہا۔ دیکھو، یہ مت کرو۔ ہمیں جو بھگاتا ہے ہم اسے اڑا دیتے ہیں چنانچہ اگلے ہفتہ یہ دنیادار ایسے دنیوی قصوں میں پھنس گئے کہ پھر نہ آسکے۔

ایک صاحب جو قبلہ کو برسوں بُرا کہتے۔ گالیاں تک دیتے، یہ خدمتِ خلق کا سلسلہ انہیں پتہ نہیں کس لئے ستاتا تھا۔ اس تمام خدمت کو ایک ڈھونگ تصور کرتے۔ یوں زبانی خدمتِ خلق، خلوص، سچائی، عمل، زہد، تقویٰ پر کافی بولتے۔ پھر خود جب زبان کے کیسز میں مبتلا ہوئے اور ڈاکٹری علاج سے صحت یاب نہ ہوئے بالآخر قبلہ کے پاس پہنچے اور صحت حاصل کی۔ پھر دوبارہ انہیں تھروٹ کینسر ہوا آواز بھی جاتی رہی۔ ڈاکٹر علاج سب کر لئے۔ قبلہ کے پاس پہنچے اور اس بار بھی ناممکن العلاج مرض سے تھوڑے سے دنوں میں صحت یاب ہوئے۔

سلام! پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دی

علی گڑھ کے ایک پرانے ساتھی، لندن سے بیمار آئے تھے۔ کراچی یونیورسٹی میں ملازم تھے۔ پشاور پہنچے کیفیت بتائی، قبلہ نے صرف ایک پڑیا دی کہ یہ کافی ہے وہ سمجھے کہ شاید ٹرخا رہے ہیں۔ قبلہ نے فرمایا، اس کے ساتھ امر بھی شامل ہے۔ تھے صوفی منش، کراچی چلے گئے، کچھ دن میں ٹھیک ہو گئے۔ پھر تین ماہ بعد خاص اسی مقصد سے ملاقات کے لئے آئے کہ احوال بتائیں۔ قبلہ سے کہا کہ میں نے ایک شرارت کی۔ دوا نہیں کھائی، نہ کوئی اور دوا لی۔ البتہ دوا کے ساتھ والی چیز یعنی "امر" استعمال کر لی اور ٹھیک ہو گیا۔ قبلہ نے فرمایا، ٹھیک ہو گئے ہو تو ٹھیک ہے۔

ایک ڈاکٹر کرنل معہ اپنی بیگم کے علاج کے لئے پہنچے۔ قبلہ نے دونوں کو دوائیں دیں۔ بیگم نے غلطی سے کرنل صاحب والی دوا کھالی اور کرنل صاحب اپنی پڑیاں پہلے تو کھانے کو ٹالتے رہے پھر جب بیگم کو دیکھا کہ ٹھیک ہو گئی ہیں تو کرنل صاحب نے بھی وہ پڑیا جو بیگم کے لئے تھی اپنی سمجھ کر کھا ڈالی۔ پندرہ دن بعد دونوں قبلہ کے پاس پہنچے کہ میں بھی ٹھیک ہو گیا، ی بھی ٹھیک ہو گئیں۔

ایک دوائوں اور اناٹمی کے ماہر قبلہ کے گھر پیدل چلے آرہے تھے ان کی چال دیکھ کر ہی قبلہ اندر گئے۔ ایک پڑیا دوا ان کے لئے لے آئے۔ ان کے ہاتھ میں جب وہ پڑیا دی گئی تو وہ اوپر نیچے دیکھتے رہے کہ یہ آخر کیسے۔ بالآخر صحت یاب ہونے پر قائل ہوئے کہ ہومیوپیتھی میں سمپٹم یعنی علامات پر کیوں زور دیتے ہیں اس ضمن میں یہ بیان کر دینا مناسب ہو گا کہ قبلہ نے میٹریا میڈیکا، اناٹمی اور متعلقہ علوم بہت ہی انہماک سے پڑھے ہیں اور حافظہ اتنا عمدہ ہے کہ اناٹمی کے سارے ٹرم اور عارضوں کے تقریباً سارے نام یاد ہیں۔ اسی لئے اپنی جانب سے ہمیشہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ کتابی معلومات کے مطابق دوائیں تجویز کریں۔ لیکن خصوصی موقعوں پر یہ دیکھنے میں بھی آیا ہے کہ مریض سامنے آیا اور اس کی دوا جیسے ان پر فوری طور پر روشن ہوئی اسی لئے اتوار کے دن جس زمانے میں سینکڑوں مریضوں کو دیکھا کرتے تھے تو فوری نسخے تجویز کرتے جاتے تھے ساتھ میں دو ایک لوگ نسخے لکھ لکھ کر لوگوں کو بانٹتے جاتے تھے اور آنے والے اس پر شاکر رہتے تھے کہ جو دوا فقیر نے تجویز کی ہے، وہ بغیر اثر کے نہ ہو گی۔

۱۹۶۹ء میں پنڈی میں ایک شام کچھ ساتھیوں کے ساتھ قبلہ مشغولِ گفتگو تھے۔ ان میں سے ایک صاحب کے لئے لاہور سے ٹیلیفون آیا کہ آپ کا دوست بہت بیمار ہے، کینسر ہے۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے کہ ایک ہفتہ میں مر جائے گا۔ قبلہ نے یہ بات سنی فرمایا۔ ''فون کرنے والے کو کہہ دو کہ ٹھیک ہو جائے گا۔'' چنانچہ یہ بات فون پر کہہ دی گئی اور وہ صاحب ٹھیک ہو گئے۔ پشاور میں ایک صاحب کی بیگم کو خون کے کینسر کا عارضہ بتایا گیا۔ وہ زنانہ مرض میں گرفتار تھیں۔ قادر نگر، بنیر سوات میں قبلہ اُس زمانے میں تھے۔ ایک عزیز دوست نے منت سماجت کی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ قبلہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر فرمایا، لوکلائزڈ کر دیا ہے ٹھیک ہو جائیں گی۔ چنانچہ جب ان محترمہ کے اپریشن کا زمانہ آیا تو ڈاکٹری رپورٹ یہی تھی اور آج وہ بخیر و عافیت ہیں۔

ایک محترمہ کو ۱۹۵۷ء میں میگرین تھا۔ قبلہ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں اس موذی مرض سے نجات مل گئی۔

ایک محترمہ دائمی مریضہ، عرصہ تک بیمار رہیں۔ قبلہ انہیں جب بھی دیکھتے تسلی تشفی دیتے۔ ان کے انتقال کے وقت سے کچھ عرصہ قبل تک قبلہ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس موت و زیست کی کشمکش میں انہیں قلبی سکون مل چکا تھا اور بالآخر بغداد شریف میں انتقال ہوا۔

پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کے ایک صاحب کے ۸،۹ سال شادی کے بعد تک کوئی اولاد نہ تھی۔ قبلہ کی شہرت سن کر پہنچے۔ قبلہ نے ان پر سرسری نظر ڈالی۔ دو پڑیاں دلوائیں ایک ان کے لئے ایک بیوی کے لئے۔ ان کے ایک دوست نے جو موجود تھے کہہ بھی دیا کہ بچہ ہونے کے چھ ماہ کے اندر اندر شکریہ کے لئے آنا۔ ان صاحب نے بُرا بھلا کہا کہ یہ کوئی ڈاکٹری ہے کہ ایک سیکنڈ دیکھا دوا دے دی اور پھر دوسرے مریضوں سے مخاطب ہو گئے۔ ساتھی نے جیسے تیسے کر کے دوسری صبح ان دونوں کو دوا کھلا دی۔ میعاد مقررہ کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ ان کا خط بھی اپنے دوست کے نام آیا کہ لڑکا ہوا ہے۔ انہیں پھر یاد دلایا گیا کہ بچہ کی چھ ماہ کی عمر سے پہلے اِدھر قبلہ کے سامنے لانا۔ افسوس ہے کہ انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ پھر ان کا خط اپنے دوست کے نام آیا تھا کہ لڑکا مر گیا۔

ایک محترمہ کے چودہ سال شادی کے بعد بھی بچہ نہیں ہوا انہیں گیارہ سال سے درانی صاحب کی تلاش تھی۔ ان کے خاوند ہومیو پیتھی کے قائل نہ تھے اور ڈاکٹر بھی یہی کہتے تھے کہ پڑھی لکھی ہو، بیوقوف نہ بنو۔ مگر جب دل کی لگی ہو تو قسمت کے لکھے کو کون روک سکتا ہے۔ انہیں بھی حال میں دوا عطا ہوئی ہے۔

ایک فوجی کرنل کی بیگم، ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر کے عرصہ سے زیر علاج ہیں۔ درانی صاحب کا انہوں نے سُن رکھا تھا۔ تین سال پشاور رہ کر بھی آنے کا موقع نہ مل سکا۔ بالآخر یہاں پہنچیں اور صحت یاب ہوئیں۔

ایک تھیراپی کے ڈاکٹر اپنے بچوں کا علاج ہومیو پیتھی قبلہ سے ہی کروانے اکثر آتے ہیں۔ اگرچہ ڈاکٹر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

ایک اعلیٰ افسر جو اپنی دیانت صداقت میں مشہور ہیں۔ قبلہ سے پوچھنے لگے کہ آپ چھٹیوں میں پیر بابا جا رہے ہیں تو آپ کے پیچھے اس ہفتہ وار دوا دارو کے سلسلہ کا کیا ہو گا۔ قبلہ نے فرمایا کہ یہ میرا ڈیرا نہیں ہے، نہ ان لوگوں کا ہے جو اس گھر میں رہتے ہیں۔ یہ بات ذہن سے نکال دیں۔ یہ چلتا رہے گا، جس کا ہے وہ چلاتا رہے گا۔ یہ سن کر اُن صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ امت کا درد اور حق پر بھروسہ بھی کیا چیز ہے۔

دوائیوں کے بہانے بہت کچھ ہوتا ہے۔ ایک چودہ پندرہ سال کا لڑکا جس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں لایا گیا۔ گھر والے اس کو سنبھال بھی نہ سکتے تھے۔ اس کو قبلہ نے پیار اور محبت سے اپنایا۔ اس کے لئے کہہ دیا کہ اتوار کو آیا کریں اور انہیں دو پیالی چائے پلایا کرو۔ اب وہ تقریباً پورے ہفتہ سکون سے رہتا ہے۔ اگلے اتوار کے آنے کا انتظار کرتا ہے اور جب قبلہ کے پاس پہنچتا ہے تو دُور سے ہی آواز لگانا شروع کرتا ہے "نانا ابا چائے۔"

ایک لڑکی پنجاب کے گاؤں سے لائی گئی۔ اس کے لئے مشہور تھا کہ اس پر جن آتے ہیں۔ قبلہ سے عرض کی گئی فرمایا جب یہ دورہ پڑے تو مجھے اس کے پاس لے جانا۔ قریب ہی گھر تھا، دورہ ایک دن پڑا۔ قبلہ گئے مگر ساتھ ہی دو ایک غیر لوگ بھی تماشہ دیکھنے لگ گئے اس لئے کچھ نہ ہوا۔ اب لڑکی کے متعلقین دوسرے دورہ کا انتظار کرتے رہے کہ ایسے وقت پر کیسے ہو کر قبلہ بھی مل سکیں۔ ایک اور بزرگ کرم فرمانے بتا دیا کہ یہ کیا مشکل ہے چند مرچیں دے دیں۔ کہا قبلہ کی موجودگی کے کسی مناسب وقت پر لڑکی کے ہاتھ سے یہ مرچیں آگ میں ڈال دو۔ ایسا کیا گیا، لڑکی پر دورہ پڑا۔ قبلہ نے بہت پیار محبت سے کہا۔ "ہم تو شانتی کے پجاری ہیں۔ کوئی جھگڑا نہیں یہ ہماری بچی ہے۔ آج چاند کی یہ تاریخ ہے۔ فلاں تاریخ کے بعد کوئی تکلیف نہ ہو۔ جس وقت قبلہ یہ الفاظ کہہ رہے تھے ان میں اتنی گہرائی تھی کہ جیسے قدرت کی قوتوں کے ساتھ یہ بات کہی جا رہی ہو اور اتنی جان کے ساتھ کہ بہت بھکاری درخت بھی اس حکم پر جھکنے لگے۔ قبلہ کا یہ کہنا تھا کہ وہ لڑکی ٹھیک ہوئی اور گھر والوں سے ہنسنے بولنے لگی۔ اس کے بعد اس پر کوئی دورہ نہ پڑا اور آج برسوں بعد وہ ہنسی خوشی شادی شدہ زندگی گزار رہی ہے۔

ہوائی فوج کے افسر کی عزیز زوجہ زنانہ مریض کے ٹیومر کے اپریشن میں انتقال کر گئیں عرصہ بعد دوسری شادی ہوئی تو ان کو بھی اسی قسم کا ٹیومر ہوا۔ لیڈی ڈاکٹر، اسپیشلسٹ، بڑے ڈاکٹروں نے، سب نے مل کر کہا آپریشن کی فوری ضرورت ہے قبلہ کے پاس وہ لوگ آئے، قبلہ نے فرمایا علاج ہو جائے گا۔ جب آپریشن کرانے سے انکاری ہوئے تو ماہر ڈاکٹروں نے کہا، سمجھدار ہو کر کیوں بیوقوفی کرتے ہو۔ الٹے سیدھے علاجوں میں پڑتے ہو۔ دُرانی صاحب کو ہم بھی جانتے ہیں مگر اس ٹیومر کا علاج نہیں، سوائے اس کے کہ فوری آپریشن ہو۔ یہ لوگ پھر پریشان ہو کر قبلہ کے پاس پہنچے۔ ماجرا سنایا قبلہ نے فرمایا دیکھو، جو کیس آپریشن کا ہوتا ہے وہ میں خود بتا دیتا ہوں مجھے ایک ہفتہ تو دو۔ ڈاکٹروں کو کہنے دو۔ علاج ہو جائے گا۔ چنانچہ دوا دے دی۔ صرف دو ہفتہ دوا لینے کے بعد ان محترمہ نے کراچی کی ٹاپ اسپیشلسٹ لیڈی ڈاکٹر کو دوبارہ دکھایا ایک اور لیڈی ڈاکٹر کو کراچی میں ہی احتیاطاً پھر سے دکھایا۔ دونوں نے کہا پہلے اگر ٹیومر ہو گا تو شاید ہو اب تو قطعی نہیں ہے۔

ایک افسر کو شائی ٹیکا کا عارضہ تھا۔ چھ ماہ سی۔ ایم۔ ایچ میں زیر علاج رہے۔ پریزیڈنٹ کے فزیشن کا بھی علاج رہا۔ افاقہ نہ ہوتا تھا، قبلہ سے عرض کرایا۔ قبلہ نے دوا دی اور وہ صحت یاب ہوئے۔ اس کے بعد سے برسوں سے صحت مند ہیں۔ کبھی وہ تکلیف نہیں ہوئی۔ ان ہی کے ایک بچے کے ناک اور آنکھ میں بچپن میں تکلیف تھی آنکھوں کے مشہور اسپیشلسٹ کے بھی بچہ زیر علاج رہا۔ مرض کم ہو جاتا اور دوبارہ عود کر آتا۔ اس طرح چند سال گزرے۔ قبلہ کو لا کر بچہ کو دکھایا۔ صرف دو پُڑیاں دیں بچہ ٹھیک ہو گیا اور عرصہ سے ٹھیک ہے۔

ایک افسر کی بچی کے جسم پر چھلے کے سے نشان پڑ جاتے اور دمہ کی شکایت بھی ہو جاتی۔ ڈاکٹروں کے علاج ہوتے رہے۔ آکسیجن تک میں رکھنا پڑا، وہ تکلیف اب نہ جب ہو جاتی۔ قبلہ کو دکھایا۔ دو پڑیاں دیں اور فرمایا اب اور کوئی دوا نہ دینا۔ وہ بچی ان دو پڑیوں سے صحت یاب ہوئی۔ اب دس سال کی ہے۔ کبھی کوئی تکلیف دوبارہ نہ ہوئی۔

ایک صاحب کی بچی بیس دن سے اسہال میں مبتلا تھی۔ ڈاکٹری علاج کرتے رہے افاقہ نہ ہوتا تھا۔ ایک دن سرِ راہ قبلہ سے عرض کر دی۔ قبلہ نے چلتے چلتے درود شریف الحمد شریف پڑھ کر پانی پر پھونک کر پلانے کو کہہ دیا۔ ان صاحب نے رات کو ایسا ہی کیا۔ اس رات کے بعد سے بچی کے اسہال بند ہو گئے۔

انفرادی علاج معالجہ کے بہت سے واقعات ایسے ہوں گے جن کی گواہی وہ لوگ خود دے رہے ہوں گے۔ اجتماعی انداز یہ بھی نظروں سے گزرا کہ ایک زمانہ میں ٹی بی کے مریض آتے تو قبلہ فرماتے کہ ٹی بی نہیں برانکائیٹس ہے اور واقعی یہ صورت پیدا ہو جاتی کہ وہ کیس بھی جو یقیناً ٹی بی کے تھے برانکائیٹس کی صورت اختیار کر لیتے اور ان کا علاج کر دیا جاتا۔ دو ایک دفعہ تو لوگوں کے بحث کرنے پر کہ یہ تو یقیناً ٹی بی کا عارضہ ہے قبلہ نے یہ تک کہہ دیا کہ میں اپنی ساری ہنر مندی اور ہومیو پیتھی سے واقفیت کے بل بوتے پر یہ کہتا ہوں کہ میں غلط نہیں۔ حالانکہ بعض کیسوں میں ایک پھیپھڑا بالکل کام نہیں کر رہا تھا۔

اسی طرح ایک دور یہ گزرا کہ دل ٹھیک ٹھاک ہے۔ یہ سب گیسوں کا عارضہ ہے یا یہ کہہ دیتے کہ یہ تیزابیت ہے۔ اور اسی کا علاج کر کے مریض کو ٹھیک کر دیا جاتا۔ اب اس قسم کی بڑے بھروسہ سے کسی بات کے کہہ دینے سے ایک طرف تو مریض کو تسلی ملنے کا ذریعہ ہوتا۔ دوسری طرف قبلہ یہ سبق دے رہے تھے کہ بجائے منفی انداز کے مثبت انداز برتنا، زندگی کو خوش آئندہ بنانے کی ضمانت کا ذریعہ ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جیسا سوچو گے ویسا ہی ہو جائے گا۔ یہ اپنے بھروسے، ایمان اور خود اعتمادی کی بات ہے اب اسے کرامت کہہ لیں یا پیشہ ورانہ کمال یا خود اعتمادی، خدا اعتمادی کہ ایسے سخت نازک کیسوں کا بھی علاج ایسی سادگی سے کر دیا گیا کہ جیسے یہ سب معمولی سی بیماریاں تھیں۔ انسان اشرف المخلوق ہے، اس کو بیماریوں کے چھوٹے چھوٹے سے کیڑے کیسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اس دوائی والے دن، اتوار کو کوئی آنکھیں کھول کر کھڑا ہو جائے تو تماشہ دیکھے کہ مریضوں میں ہر طرح کی خلقت آتی ہے۔ غریب، امیر، چھوٹے، بڑے، بیمار، صحت مند، تسلی و تشفی کے طالب، دیدار کے طالب، حق کے طالب، دنیا کے طالب، ان میں انسان بھی ہوتے ہیں، اجنا بھی۔ ان میں وہ بھی ہوتے ہیں جن کے دل عاجز ہیں چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ وہ بھی ہوتے ہیں جو ازلی روحانی تڑپ رکھتے ہیں اور وہ بھی جو نسلوں سے روحانی عارضہ میں گرفتار ہیں۔ الغرض سب ہی اس دریائے فیضان سے سیر اب ہوتے ہیں۔ دیدار کی مجال تو کسے۔ انسان دوسرے آئینہ میں اپنی نگاہ کے مطابق ہی دیکھ سکتا ہے اور پردہ در پردہ کوئی ظہور ہو تو کسی کی نظر ان پردوں کے پار کیسے پہنچے۔ البتہ یہ تو ممکن ہے کہ فقیر کی نظرِ کرم، ان لوگوں پر پڑ جائے۔ ان کے باطن کے اندھیرے دور ہوں۔ یہ نظر رحمت، اسی نورِ محمدیؐ کی روشنی ہے جو وُسِعَ کُلَّ شَیئٍ ہے اور جو خود بخود فقیر کی آنکھوں سے محبت کی چشموں کی صورت میں پھوٹ رہی ہوتی ہے۔ فقیر کے جسم تک جن کی نگاہ رہی وہ تو اسی جسم تک اُلجھے رہے اور جو نظروں کے پیاسے ہیں، ان کے لئے مازاغ البصر۔ یا پیاملن کی آس، یہ آس ہی حیاتِ روح کا سہارا ہے۔ یہی دیدار کی تڑپ ہے۔ ایک بار یومِ ازل دیکھا ہے۔ دوبارہ دیکھنے کی تڑپ ہے۔ یہی تڑپ، حیاتِ روح کا سرمایہ ہے۔ یہی تڑپ اس زندگی کا انجام ہے۔ یہی اس زندگی کی نشانی۔ یہ تڑپ ختم تو زندگی ختم، حیاتِ روح ختم۔ روشنیٔ ظہور ختم۔

ہومیو پیتھی، علاج بالمثل ہے۔ جیسی مرض کی علامت وہی مثالی علامت والی دوا۔ رشتۂ حیات کو ایک ارتعاشی کیفیت دے کر، توازنِ حیات پر لے آنا۔ اور اس ہومیو پیتھی کے پیچھے اللہ پیتھی۔ ترے ہاتھ میں ہے فنا بقا، خواہ ہڈیاں گل گئی ہوں۔ جسے چاہا جیسا بنا دیا۔ کسی کو دیدار سے تشفی دی۔ کسی کو آنکھوں کی مسکراہٹ سے تازگی بخشی۔ کسی گرتے کو سہارا دے کر، بھروسہ اور ایمان بخش دیا۔ کسی شکستہ دل نے سکون کی تلاش مانگی تو خلقت کے آنسو پونچھنے میں، اس کی محبت کو وسعتوں میں پھیلا دیا۔ قلب میں کوئی چراغ روشن دیکھا تو اسے اور فروزاں کر دیا۔ کہیں عشق کی چنگاری دیکھی تو اسے بھڑکا کر گلزارِ ابراہیمؑ بنا دیا۔ کہیں روح کی کلی کِھلتی دیکھی تو اسے کیف انبساط میں شگفتہ گل بنا دیا۔ کہیں نافۂ ذات کی مُشک و بو پائی تو اس کی خوشبوئے یٰسین کو سات طبق اندر اور چودہ طبق اوپر پھیلا دیا۔

☆...☆...☆